رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE ALHAKAM, WEEKLY, QADIAN,

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ہفتہ وار

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار جس کو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

الحکم

دور جدید

بیا در بزم مستاں تا بہ بینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

چندہ
والیان ریاست سے ما
رؤساء و امراء سے صہ
معاونین سے ہیمہ
عوام سے ضمہ
ممالک غیر سے ۱۲

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو
خدا کے فضل
اور
رحم کے ساتھ
شائع
ہوتا ہے

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی
مجاہد مصری

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی، شفا بینی غرض دارالاماں بینی

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی
عرفانی

جلد ۳۷ | قادیان ۱۴ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۲ جمادالاول ۱۳۵۳ھ یوم سہ شنبہ | نمبر ۲۹

الحکم کے اجراء پر حضرت خلیفۃ المسیح والمہدی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اظہار مسرت بذریعہ مکتوب مبارک

مکرمی شیخ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مجھے یہ معلوم کر کے بیحد خوشی ہوئی ہے کہ آپ الحکم کو پھر جاری کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برکت دے اور ارادہ کی تکمیل کے سامان پیدا کر دے (آمین ثم آمین)

الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ نے اور بدر کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ صرف کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے۔ لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے۔ اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی نسل کو اس کی خدمت کی توفیق دیتا رہے۔ اللّٰھم آمین

خاکسار مرزا محمود احمد

انصار الحکم کا اپنا صفحہ

سرحد کے ایک معزز و محترم بزرگ کا مکتوب گرامی

الحکم کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:—

"اخبار کا وی پی موصول ہو چکا تھا۔ شکر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک عہد کی یاد کو الحکم کے نام نے اور اجراء نے دوبارہ تازہ کر کے دل کو ایک خاص سرور بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے کاموں میں برکت دے اور حضرت صاحب علیہ السلام کے صحابہ کے ذریعہ ان کے خزائن علم و برکات کی نشر و اشاعت کی دنیا میں تکمیل فرما کر اسلام کو اظہار علی الدین کلہ کا بابرکت نقشہ دکھلا کر اہل عالم کو اس سے فیضیاب فرما دے آمین"

مکرمی حبیب اللہ خان صاحب احمدی افریقہ کا ایک مکتوب

مکرمی حبیب اللہ خان صاحب احمدی افریقہ سے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کے اخبار بھیجنے کا مشکور ہوں واقعی ایک ایسے اخبار کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر خیر کرتا ہو — سخت ضرورت تھی۔ اور یہ نہایت ہی موزوں موقعہ ہے۔ جو اصحاب رضی اللہ عنہم کی روایات مل سکتی ہیں میرے جیسے لوگوں نے جنہوں نے حضرت کو نہیں دیکھا پیارے کی پیاری ادائیں اور باتیں پڑھ کر دل تڑپتا ہے کہ ہائے ہم اسوقت کہاں تھے۔ جو اپنے محبوب کی مجلس کا شرف نہ پایا۔ حضرت کی باتیں جو بھی پڑھی جاتی ہیں وجد لانے والی ہوتی ہیں"

منشی کظیم الرحمان صاحب حاجی پوری کی اپیل

"اخبار الحکم جو کسی بھی انٹروڈیوس کا محتاج نہیں ہے جس سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ہر ایک فرد واقف ہے جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کا مشہور و معروف اور سب سے پہلا اخبار جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا ایک بازو قرار دیا ہے۔ جسکو حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں سب سے زیادہ خدمت کا موقع ملا ہے۔ اب وہ پھر اس دور جدید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اپنی مقررہ تاریخوں میں نہایت ہی قیمتی مضامین کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ اور جس کے اسوقت تک ۲۸ پرچے شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں وہ دریں مضامین شائع ہوتے ہیں جو ہمارے پیارے احمد نبی اللہ کے مبارک ہونٹوں سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ جو ہمیں لاکھوں اور کروڑوں روپیہ صرف کر کے کبھی میسر آنا ناممکن تھے۔ اسوقت صرف اندرون ہند میں پانچ روپیہ سالانہ صرف کرنے پر میسر آسکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پانچ روپے اُن نایاب گوہروں کے مقابلہ میں۔ جو ہمارے ہی نہیں بلکہ ہماری نسلوں کے لئے بھی کام آویں گے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے دوبارہ اجراء پر بیحد خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے ہمیشہ زندہ رہنے کی دعا فرمائی ہے اور یہاں تک فرمایا ہے کہ "الحکم ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے۔ لیکن اس کا نام ہمیشہ کے لئے زندہ ہے سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے" آخر میں اس کی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہنے کے لئے یوں دعا فرمائی ہے:—

"لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتدائے ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں بھی زندہ رہے"

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی یہ دعا اسیوقت پوری ہو سکتی ہے۔ جب قوم کی بھی یہ خواہش ہو۔ اور اس خواہش کا ثبوت جب ہی مل سکتا ہے جب اس کی خریداری ہر ایک احمدی یا کم از کم ہر ایک گھر اپنے ذمہ لے لے۔

اس لئے اگر آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بازو کو مضبوط رکھنے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی دعاؤں کو پورا کرنے کی خواہش رکھتے ہو۔ تو اسکی خریداری کے لئے۔ جو آپ کے اور آپ کی نسلوں کے لئے تاقیامت ایمان کو تازہ کرنیوالی ہو گی کسی طرح بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ میرے پاس اس کی تعریف کے لئے الفاظ نہیں۔ ع

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اس کی خریداری اختیار کریں اور حضرت مسیح موعود کے زریں ملفوظات سے بہرہ ور ہو کر اپنے ایمان کو بھی تازہ کریں اور آئندہ اپنی نسلوں کے لئے بھی یہ تحفہ چھوڑتے جاویں۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں۔

والسلام

(عاجز کظیم الرحمان)

ضروری تصحیح

الحکم صہ۳ روایت نمبرے کی آخری سطروں میں جنوری ۱۹۰۴ء لکھا گیا ہے۔ دراصل یہ دونوں تاریخیں علی الترتیب جنوری ۱۹۰۲ء کی ہیں احباب درست کر لیں۔

(۲) مبلغین احمدیت کے کارنامے کے عنوان سے جو مضمون دیا گیا ہے اس میں پہلا واقعہ ۱۹۲۵ء کا لکھا گیا وہ ۱۹۲۴ء کا ہے۔ احباب اسے بھی درست فرمالیں۔

سلسلے کے پہلے اخبار کا حق دو۔

رامپور (کشمیر) میں مخالفین پر احمدیت کا رعب
محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ماتحت

علاقہ رام پور (کشمیر) میں کچھ عرصہ سے بارش بالکل نہیں ہوئی دھان کی زمینیں بالکل برباد ہو چکی ہیں۔ مکئی کی فصل بھی بالکل ناقابل پیداوار ہو چکی ہے۔ گرمی کی بھی غیر معمولی شدت ہے چند غیر احمدی اکٹھے ہو کر مجھے کہنے لگے کہ تم لوگ رانع مقام پر ہاتھ مارتے ہو۔ تب مانیں کہ تم دعا کرو اور بارش ہو۔ پھر معلوم ہو گا کہ احمدیت کہاں تک سچی ہے۔ میں نے انھیں جواب دیا کہ نہ میں ولی ہوں۔ نہ میں عالم ہوں۔ نہ میں تم لوگوں کے پیروں فقیروں کا رتبہ رکھتا ہوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ادنیٰ ترین خادم ہوں۔ اور اس دیار کے جنگل میں بیٹھ کر پیغام حق مسلمانوں کو سنا رہا ہوں۔ یہی ہمارا کام ہے یہی ہماری غذا ہے۔ اسی پر ہمارا ایمان ہے کہ تبلیغ حق کر کے اللہ تعالیٰ ہمیں خوب نفع دے گا۔ وباللہ توفیق۔ ہمارا کام دعا کرنا ہے۔ منظور کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن دعا اس کی منظور ہوا کرتی ہے۔ جس نے اپنا وجود عملوں کے ذریعہ پاک و صاف کیا ہوا ہو۔ اور خدا کی راہ میں منہمک رہتا ہو۔ ہم تو گنہگار ہیں۔ مسیح کے خادم ہیں۔ ہم بھی دعا کر دیں گے اللہ تعالیٰ منظور فرمائے عاجز نے نہایت عاجزی اور صدق دل رو رو کر، گڑگڑا کر سجدہ میں گر کر اس معبود حقیقی کے آگے فریاد کی کہ اے خدا اپنے پیارے مسیح موعود کی صداقت کے طفیل ان مخالفین کی زبانیں بند کر اور اپنی رحمت سے بارش نازل فرما۔ تاکہ ان لوگوں کو یہ امر بھی معجزہ ہو کر رہے۔ خدا کی قدرت گذشتہ رات بالکل صاف آسمان تھا۔ آدھی رات کو کالی گھٹا چھا گئی اور صبح ہوتے ہی حاجت کے موافق بارش ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مخالفین کی اس طریق پر بھی زبان بندی کی۔ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ اگر ہم احمدی لوگ اپنا دل پاک و صاف کر کے اس رب المحجوب کے آگے گر جائیں اور اپنی ہر قسم کی جائز حاجتیں مانگیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ زندہ بولنے والا خدا ہماری عرضیں نہ سنے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی احمدی بننے کی توفیق دے۔ آمین

(خاکسار عبد الکریم خان یوسف زئی)

حضرت سیٹھ عبد اللہ بھائی کے چھوٹے پوتے کا انتقال

حضرت سیٹھ صاحب سلسلہ میں ایک نہایت معروف بزرگ ہیں۔ چند ماہ قبل اخبارات نے ان کے صاحبزادے سیٹھ علی محمد صاحب ایم۔ اے کے ہاں بچہ کی ولادت خبر شائع کی تھی۔ ابھی دو تین دن ہوئے کہ حضرت سیٹھ صاحب کی ... موصول ہوئی ہے کہ وہ بچہ قضاء الٰہی سے فوت ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو والدین کے لئے فرط بنائے اور آئندہ اسکا نعم البدل عطا فرمائے۔ جو زندہ رہنے والا اور نافع الناس ہو۔ اور تمام خاندان کے لئے قرۃ العین ہو۔ تمام جماعت سے درخواست ہے کہ وہ سیٹھ صاحب کو نعم البدل پوتا عطا فرمانے کی دعا فرما دیں۔

سیرت المہدی کا ایک ورق

(سلسلہ کے لئے دیکھیئے اخبار الحکم ۷؍اگست ۱۹۴۴ء)

(۱۱)

فرمایا:- اس ابتدائی زمانہ میں غریب عورتیں لنگر کا آٹا پیسا کرتی تھیں۔ کسی نے شکایت کی کہ عورتیں آٹا نکالے جاتی ہیں۔ بہتر ہے خراس بنالیا جائے۔ آپنے فرمایا کہ اُن کا گزارہ اسی طرح سے ہورہا ہے یہ **بیچاری کہاں سے کھاویں**۔ ایسا ہی ایک مرتبہ کسی نے شکایت کی لنگر کے نان بائی روٹیاں چُرالے جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ **وہ بیچارہ زندہ ہی دوزخ پر بیٹھا ہوا ہے اگر روٹیاں لے جاتا ہے تو لے جانے دو۔**

(نوٹ) حضور عفو اور درگذر اور چشم پوشی کا ایک عملی نمونہ تھے۔ حتی الوسع چشم پوشی ہی کے ذریعہ اخلاقی امراض کا علاج فرماتے تھے اور علی العموم ایسے موقعہ پر سعدی کا یہ مقولہ پڑھا کرتے تھے

ہمسایہ نہ بلبند و خر دو شند خدا بنید و پوشد

(عرفانی)

(۱۲)

ایک مرتبہ فرمایا انسان **جب اللہ تعالےٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اُس کی مدد کرتا ہے۔ اور لوگ خود بخود اسکی خدمت کرتے ہیں۔**

فرمایا بندے کو چاہیئے کہ ہر وقت اس سے دعائیں کرتا رہے۔ بیٹھا۔ کھڑا۔ اور لیٹا ہوا۔ وہ سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

(۱۳)

ایک مرتبہ فرمایا کہ کسی بزرگ کے پاس جاؤ **تو کچھ نہ کچھ تحفہ لیکر جاؤ۔ خوش ہوکر دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔**

بزرگان گذشتہ کے متعلق آپ کا یہ طرز عمل تھا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے کسی لفظ پر بغیر سمجھ طعن کرتا تو آپ اس لفظ کے صحیح معنے کرکے اس سے طعن اٹھادیتے ایک مرتبہ یہ عاجز کسی سے یہ شعر سنکر آیا ؎

راہ حق ہرگز نہ یابی تا نہ گیری چار ترک
ترک دنیا۔ ترک عقبیٰ۔ ترک مولیٰ۔ ترکِ ترک

مینے عرض کیا کہ حضور کسی نے اس میں کفر کیا ہے۔ فرمایا اس میں کوئی کفر نہیں۔ ترک دنیا تو تم سمجھتے ہو۔ ترک عقبیٰ پر تمہارا کوئی خیال ہوگا۔ عاقبت سے لاپرواہ ہوا تو اس کے پاس کیا رہا۔ مولیٰ کا ترک کیا تو بالکل گیا۔

فرمایا کہ مولیٰ کے ترک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ عشق بندے کا اس طرح پر ہو اور ارادہ ایسا ہو کہ معشوق کو ملوں۔ جب معشوق نہ ملے گا تو اس کا عشق سست ہو جائے گا۔ رفتہ رفتہ جاتا رہے گا۔ فرمایا کہ **عشق ایسا ہونا چاہیئے کہ معشوق ملے یا نہ ملے میں اسی راہ میں جان دیدونگا کمال عشق والے جان کی پرواہ نہیں کیا کرتے۔ خوش ہوکر جان دیدیتے ہیں۔**

(نوٹ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اندر ایک ایسی پاک روح تھی۔ جو ہمیشہ صلحاء و اتقیا کا ڈیفنس اور دفاع کرنے کے لئے آمادہ رہتی تھی۔ اور یہی حضرت سلیمہ آپ کی سچائی کا ایک ثبوت تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سے پہلے تمام راستبازوں کا دفاع کیا جس قدر اعتراضات بعض انبیاء کی ذات پر کئے جاتے تھے اُن کی تردید کرکے ان کی تطہیر فرمائی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صلحاء اُمت کے کئی اعتراضوں کا وقتاً فوقتاً جواب دیا۔ اور آپ کا طرز عمل یہ تھا کہ کسی بزرگ کے اقوال یا کلام کی ایسی تاویل فرماتے جس میں حسن اور خوبی پیدا ہو جائے۔ خدا تعالےٰ کے ساتھ تعلق اور محبت کے لئے حضور علیہ السلام ہمیشہ جو اصل پیش کیا کرتے تھے اس کی بنیاد قرآن مجید کی اس آیت پر رکھا کرتے تھے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربےٰ اور علی العموم فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص اور **وفا کے اس مقام کو حاصل کرنا چاہیئے۔ جہاں انسان اجر کے ہر قسم کے شعبے سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور سزا اور جزا اس کی نظر میں کچھ چیز نہیں رہتی وہ اطاعت اور محبت میں ایسا رنگین ہو جاتا ہے کہ اسکے تمام افعال ایک طبعی اور اضطراری کیفیت پیدا کر لیتے ہیں۔**

اسی سلسلہ میں آپ یہ مثال دیا کرتے تھے۔ کہ اگر کسی ماں کو یہ کہدیا جائے کہ اگر وہ اپنے بیٹے کو دودھ نہ دے تو اسے بڑا انعام دیا جائے گا۔ یا اگر اس حکم کی تعمیل نہ کرے گی تو سخت سزا دیجائے گی۔ تو کوئی ماں اس انعام کے لالچ یا سزا کے خوف سے اس حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی۔ اسی طرح جب انسان خدا تعالےٰ کے ساتھ سچا پیوند حاصل کر لیتا ہے۔ تو اس کی راہ میں سزا یا جزا کا سوال نہیں رہتا۔ اور دنیا کی کوئی عقوبت اور کوئی لذت اسے اپنے مولےٰ سے جدا نہیں کرسکتی۔ یہ نظرت انبیاء علیہم السلام کی زندگی میں مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ پھر اسی سلسلہ میں آپ یہ شعر بھی پڑھا کرتے تھے ؎

دست از طلب ندارم تا کام دل برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

(عرفانی)

(۱۴)

فرمایا:- ایک مرتبہ یہ عاجز اور دو آدمی بہادر حسین کے رہنے والے حضور کے ساتھ باہر سیر کو گئے۔ آپ جب واپس قادیان کی طرف پھرے تو الہام ہوا کہ

ننجیک من الغم وکان ربک قدیرا

فرمایا رحیم بخش غم تو کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ غم سے نجات دوں گا۔ شاید کوئی آئیندہ آنیوالا ہو۔ جب مکان پر پہنچے تو ایک شخص امرتسر سے آیا۔ اور براہین کے کچھ ورق مالیہ حرفوں کے لایا جو اچھے چھپے ہوئے نہ تھے۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ وہ کھیوا نگینہ جو کندہ کرانے کے واسطے حکیم محمد شریف کو آپنے دیا ہوا تھا وہ ان سے جاتا رہا۔ یہ سنکر آپ بے چین ہو گئے کہ براہین اگر ایسی چھپی تو کسی نے پڑھنی نہیں اور خرچ بھی ضائع ہوگا۔ اور محمد شریف صاحب دوست آدمی ہیں اور کھیوے کے گم ہونے سے اُن کو غم اور تکلیف ہوگی۔ چلو امرتسر چلیں۔ پھر آپ پاپیادہ ہی چلے اور خاکسار بھی ساتھ تھا۔ جب تکیہ موضع دیوانی وال جو برلب سڑک ہی پہنچے آپنے فرمایا نماز پڑھلیں۔ وہاں وضو کیا خاکسار کو کہا کہ تو ہی نماز پڑھا۔ میں نے جماعت کرائی اور فارغ ہوکر امرتسر چلے گئے۔ جب امرتسر پہنچے تو پہلے حکیم صاحب کے مطب میں گئے وہ کھڑے ہو گئے اور ہنسے۔ کہ مرزا صاحب آپ کا کھیوا ابھی کوئی دے گیا ہے جو مجھ سے گم ہوگیا تھا۔ آپنے مسکرا کر فرمایا کہ خدا نے پہلے ہی مجھے خبر دی تھی کہ غم سے تجھے نجات دینگے۔ براہین دیکھی وہ بھی اچھی چھپ رہی تھی۔ پھر فرمایا چلو رام باغ کی سیر کریں جب باغ میں گئے تو خاکسار نے کہا کہ مرزا صاحب آپ باغ کی سیر کرتے پھرتے ہیں حالانکہ لوگ تو عبادت ہی کرتے رہتے ہیں آپنے فرمایا ایک بزرگ تھے۔ ہمیشہ ہی عبادت الٰہی کرتے رہے۔ آخر عمر میں انھوں نے چاہا کہ کوئی کتاب لکھیں تا لوگوں کو فائدہ ہو۔ جب لکھنے بیٹھے تو مثال کے لئے کوئی بات نہ سوجھی تب انھوں نے سیر کرنا شروع کی اور دنیا کی ہر جگہ ان کو دیکھنی پڑی تب انھوں نے کتاب لکھی میننے بھی ایک گلاب کے پھول کی تمثیل براہین میں لکھی ہے۔ پھر واپس قادیان تشریف لے آئے۔

(نوٹ) حضرت مولوی رحیم بخش صاحب نے اس بیان میں حضرت اقدس کے ایک الہام کی جو پیشگوئی پر مشتمل ہے اپنی عینی شہادت پیش کی ہے اور ایک واقعہ سیر باغ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں **حضرت اقدس نے گلاب کے پھول کی تمثیل کا ذکر کیا ہے۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورۃ فاتحہ کے عجائبات بیان کرتے ہوئے **گلاب کے پھول** کی تمثیل براہین احمدیہ میں بڑی وضاحت سے بیان فرمائی ہے اس واقعہ سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ کو اپنے دوستوں کی تکلیف کا کسقدر احساس ہوتا تھا۔

(عرفانی)

ہدیۂ مبارکباد صاحبزادہ والا مرتبت اعلیٰ منزلت حافظ مولوی ناصر احمد بی۔ اے۔ مولوی فاضل نبیرہ سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرۃ العین سیدنا فضل عمر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(از علامہ مولانا مولوی حکیم عبید اللہ صاحب بسمل)

ہادی ہند میرزا ہادی
بود منظورِ حق کہ در دنیا
مطلع آفتاب دیں گردد
خیزد از وے یکے نشان نبی
حکم عدل زد ظہور کند
قادیاں منبع علوم شود
پارہ سازد صلیب تر مسما را
باز پیدا شود ز رحمت رب
نسلِ او مثل آل ابراہیمؑ
للہ الحمد اندریں اوقات
در زمانی خلافت ثانی
اندریں عہد مصلح موعود
چوں فروزاں نجوم اولادش
از دعاہائے احمد مرسل
ہر یکے طور علم و طود نہٰے
لقمہ خوران خوان قرآنی
ہر یکے راستکار در سنت
ہر نبی زادہ مفخر اسلام
آں یکے صورت نبیؐ دارد
آں یکے خوئے مصطفےٰؐ دارد
آں یکے ناصر ایں دگر منصور
نصرت ایزدی چہار طرف
نوحش اللہ ناصر احمد
بارک اللہ ابن ابن رسولؑ

قادیاں را کہ داد آبادی
بعد از دور یثرب و بطحا
مرکز علم اولیں گردد
در لباس محمدؐ عربی
ظلمت ظلم و جہل دور کند
چرخ آسا پر از نجوم شود
ترس اُفتد دل کلیسا را
رونق عہد شہریار عربؐ
می شود روشناس ہفت اقلیم
چشم ما دید آں ہمہ برکات
شد عیاں وعدہ ہائے ربانی
جلوہ گر گشت فضل ربِّ ودود
نور پاشند آل امجادش
ہر یکے نامور بعلم و عمل
راز دانان شرع زہد و تقےٰ
عاشقان کلام رحمانی
مجتنب گشتہ طبعش از بدعت
رحمت ذو الجلال و الاکرام
دیں یکے سیرت علیؑ دارد
دیں یکے روے مرتضےٰ دارد
متجلی لسان شعلۂ طور
اندروں و بروں ہزار طرف
جلوۂ فضل کرد کار احد
کد خدا شد بہ بنت بنت بتولؑ

خلعت اکبر خلیفۂ حق
ہمسر او رقیہ بنت رئیس
آں حسنؓ صورت و حسینؓ وقار
تربیت یافتہ ز فضل عمر
مفخر ملت و رشید الدین
کردہ حاصل علوم شرع مبین
شمۂ آل سقف سلمانی
دوحۂ روضہ کرام الناس
باقر العلم۔ حافظ القرآں
دامن نصرت خدا برتے
مام محمودہ و پدر محمود
عمۂ او بسے مبارکہ ذات
سیدہ بنت احمد مرسلؑ
عم او میرزا بشیر احمد
عم دیگر ولی خاص احد
جد او میر ناصر نواب
دو آتالیق او ز رب جلیل
یوسفی بو بہ پیرہن دارد
پور بہر پدر چنیں دارد
میکنم پیش ہدیہ تبریک
اے خداوند رافع الدرجات
تا ابد ہادی درے باشد

در معالی ربودہ گوئے سبق
او سلیماں عروس او بلقیس
مرتضےٰ سیرت و مسیحؑ آثار
بالغ العلم گشتہ چوں حیدرؓ
بر سپہر کمال ماہ مبین
ہمچو علامۂ حمید الدین
قرۃ العین قدرت ثانی
شرف افزائے دودۂ برلاس
فاضل العصر کامل الایماں
جلوہ گر فضل احمدی در وے
جد امجد مسیح ربِّ ودود
فاطمہ طینت و خدیجہ صفات
اختر آسمان علم و عمل
ماہر العلم فاضل اوحد
حضرت میرزا شریف احمد
بود صدیق وقت در اصحاب
میر اسحاق و میر اسمعیل
احمدی حسن در بدن دارد
خلعت الصدق ایں چنیں شاید
مثل جہد المقل بہ نزد ملیک
از عنایتت ایں ہمہ سادات
بر سپہر علا ضیاء باشد

پایۂ شان بر آسماں باشد
آسماں بر مراد شاں باشد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملفوظات

(تاریخ تقریر ۲۲ دسمبر ۱۹۰۰ء)

سچا تقویٰ صادقوں اور مردان خدا کی صحبت اور اُن کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا

متقی کے ساتھ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معیت ہوتی ہے۔ اس لئے دشمن پر بھی متقی کا رعب ہوتا ہے مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سچا تقویٰ کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان صادقوں اور مردان خدا کی صحبت اختیار نہیں کرتا۔ اور خدا تعالیٰ کے فرستادوں کی اطاعت میں ایک فنا اپنے اوپر طاری نہیں کر لیتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور صادقوں کے ساتھ رہو۔ اُن کی معیت سے قوت پکڑو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کی پوری حقیقت متقی ہونے کے بعد کھلتی ہے۔ اور تقویٰ اللہ کی حقیقت اسوقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک ایک فانی مرد کی پاک صحبت میں رہ کر فائدہ نہ اُٹھایا جائے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف صحبت میں رہنا ہی چنداں مفید اور کارگر نہیں ہوتا۔ بلکہ صادقوں کی صحبت اختیار کرنے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اُن کی اطاعت اختیار کی جائے۔ چنانچہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے۔ تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے۔ جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ بدوں اس کے اطاعت نہیں ہو سکتی۔ اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے موحدوں کے قلب میں بت بن سکتی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیا فضل تھا۔ اور کس قدر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جا سکتی۔ جبتک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔ مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں۔ جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ [illegible] اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے۔ اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی۔ جب تک اطاعت نہ کی جائے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے۔ خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی۔ وہ اصول سیاست سے خوب واقف تھے۔ کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور اُن میں سلطنت آئی۔ تو انھوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بارگراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اُن میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام رائوں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُسی کو واجب العمل قرار دیا اُن کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈھتے تھے۔ اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے۔ اگر ان میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی

صحابہ کرام میں باہمی پھوٹ اور عداوت نہ تھی۔

تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔ میرے نزدیک شیعہ سنیوں کے جھگڑے کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرام میں .... باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی۔ کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی

صحابہؓ نے اپنی حفاظت کیلئے تلوار اُٹھائی

نالیاں اطاعت سے لبریز ہو کر بہہ نکلی تھیں۔ یہ اس اتحاد اور اطاعت کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو ان کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی۔ ورنہ اگر وہ تلوار کبھی نہ اُٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔ ع

سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل

انھوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا۔ اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا۔ اس میں کوئی تکلف اور نمائش نہ تھی۔ اُن کا صدق ہی اُن کی [illegible] کامیابیوں کا ذریعہ ہوا اور یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔

آپ (پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم) کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسا کرنے کا رنگ چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی اسی میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت رسول کا وہ نمونہ دکھایا۔ اور ان کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو اُن کو دیکھتا تھا۔ وہ بے اختیار ہو کر انکی طرف چلا آتا تھا۔ غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے۔ اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں

مسیح موعودؑ کی جماعت کو صحابہ کا رنگ اختیار کرنا چاہیئے

کے نمونوں سے ہوتی ہے۔ اسلئے تم جو مسیح موعود ع کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو۔ اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ اور ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو۔ جو صحابہ کی تھی۔ جو لوگ ہمارے مخالف ہیں کہ ہم کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور دجال اور کافر کہتے ہیں۔ ہم اس کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کو نور فطرت اور قوت تمیز عطا کی ہے۔ پاخانہ جو آدمی کے اندر سے نکلتا ہے۔ اس کی بدبو وہ خود بھی محسوس کرتا ہے۔ پس جبکہ یہ مانی ہوئی بات ہے اور پکا قاعدہ ہے۔ پھر جھوٹ جو اس پاخانہ سے بھی بڑھ کر بدبو رکھتا ہے۔ کیا اس کی بدبو جھوٹ بولنے والے کو نہیں آتی؟ ضرور آتی ہے۔ پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک مفتری علی اللہ اس قدر قوت اور استقلال کے ساتھ اپنے دعوے کو پیش کرے۔ جو ہمیشہ صادق کا خاصہ ہے۔ پھر ان کی ہشیارانہ کیسے جا سکتے ہیں۔ اور میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اگر میں خدا کی طرف سے نہ آیا ہوتا اور اس نے ہی مجھے مامور نہ کیا ہوتا۔ تو تم ہی بتاؤ کہ اس قدر گالیاں اور اس قدر شور و شر اور مخالفت یہاں تک کہ قتل کے فتوے۔ قتل عمد کے مقدمے جو میرے خلاف بنائے گئے۔ ان مصیبتوں اور بلاؤں کو اپنے اوپر لینے کی کس کو ضرورت ہو سکتی ہے۔؟ کوئی برداشت نہیں کر سکتا کہ اس قسم کے گندے بھرے ہوئے اشتہار اور گالیوں کے خطوط جو بھیجے جاتے ہیں برداشت کرے۔ مگر میں سچ کہتا ہوں کہ یہ میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ چونکہ اس نے خود ہی اس سلسلہ کی بنیاد رکھی ہے [illegible] اسے ہی وہ قوت قلب کو عطا کی ہے کہ ساری مصیبتیں اور مشکلات میرے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں۔ اور مجھے تو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ مصیبت کس کو کہتے ہیں۔ پس تم خود ہی سوچ کر دیکھو کہ یہ شوکت یہ قوت یہ استقلال مفتری ہو۔ اور ایسی قوت پالے۔ جو آدمی خون کرتا ہے صدق اس کو ملزم کرتا ہے۔ آخر وہ خود ہی عدالت میں جا کر اقرار کر لیتا ہے۔ اس میں یہی سر ہے کہ اس میں وہ قوت نہیں ہوتی جو ایک صادق کو عطا ہوتی ہے۔ جھوٹ انسان کو بزدل اور کمزور بنا دیتا ہے۔ اسلئے خدا نے فرمایا ہے

جتنبوا الرجس من الاوثان والقول الزور -

جماعت کے لئے خدا کا وعدہ

پس ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مدعی کے استقلال اور ثابت قدمی کو دیکھے ہماری جماعت کے لئے جو ہم توقع کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہوتے ہیں اور ان میں تخلف نہیں ہوتا اسلئے کوشش کرو کہ تم سب ان وعدوں میں حصہ لینے والے ٹھیرو۔

فوق کی تشریح

یہاں اللہ تعالیٰ ایک کشتی کو طریق بتاتا ہے۔ فوق سے گرانا ہی مقصود ہے۔ ورنہ اس سے یہ تو مراد نہیں ہے کہ جسم وزنی اور بھاری ہو جائیں گے۔ اور پھر یہاں اس سلسلہ کے لئے لڑائی بھی نہیں ہے کیونکہ یضع الحرب کا ارشاد ہے۔ پس فوقیت سے مراد روحانی صدق ہے۔ اور اس کے ثمرات۔ علوم۔ معارف۔ نکات مکنونات اور اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا۔ اور ان تعلقات سے علوم جدیدہ کا پیدا ہونا مراد ہے۔ مخالفوں کا پانی آسمانی نہیں ہے۔ اسکو فوق سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلئے وہ جلد گندہ اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ مگر مسیح موعود کے متبعین کا فوق یعنی آسمان سے تعلق ہے۔ جو ہمیشہ تازہ علوم اور جدید معارف پاتے رہینگے۔ اور جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جب آسمانی پانی نہ آئے زمینی پانی خشک ہو جاتا ہے یا ناپاک اور زہریلی مواد پیدا کر نیوالا ہو جاتا ہے۔ اس کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہی قانون مقرر کیا ہے کہ آسمان سے سال میں ایک بار یا دو بار برسات ہوتی ہے اور وہ ان تمام گندی اور ناپاک ہواؤں کو اور مواد فاسدہ کو صاف کر دیتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تجدید کے قانون کو مخفی رکھا ہے اور صاف ثابت ہوتا ہے۔ کہ روحانی اور جسمانی تجدید کا سلسلہ کیسے چلتا ہے۔ یہ حدیث کہ ہر صدی کے سر پر مجدد تجدید دین کے لئے آتا ہے مخالفوں کے نزدیک کیسی ہی ہو۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جب قانون قدرت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ تو پھر اس سے انکار کے کیا معنے؟ ہر چیز تجدید کی محتاج ہے۔ پس نئی صدی بھی حق رکھتی ہے کہ نئے اہل دل پیدا کرے جو حکمت اور صداقت کی تخم ریزی کریں لعد مآ اھلکنا القرون الاولیٰ تجدید کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جیسا کہ

ہمیشہ تک مجددوں کی محتاج ہے!

گذشتہ زمانہ میں مجددوں کی ضرورت تھی دنیا قیامت تک اسی طرح مجددوں کی محتاج ہے۔ انبیاء علیہم السلام مجدد ہوتے تھے اور مجدد کثرت سے آتے تھے۔ مگر یہ ضروری امر ہے کہ تجدید سے مراد صرف چند بھلے کہنے والوں کی جماعت نہیں ہوتی۔ بلکہ خدا تو جلال چاہتا ہے۔ پس مجدد چاہتا ہے کہ انسان میں ایک تبدیلی ہو۔ نیا دل ہو نئی روح ہو۔ اسلئے میری ہمیشہ یہ آرزو ہے

جماعت کب ترقی ہوگی

کہ ہماری جماعت ایسی بنے ہو خواہ وہ جوان ہوں یا بڈھے۔ اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریں کہ گویا وہ ایک نئی دنیا کے انسان ہوں۔ اور جب جماعت اس حالت پر پہنچے گی۔ تو پھر فوق العادت ترقی ہوگی۔ پس ہر ایک تم میں سے نیا انسان بننے کی کوشش کرے۔ کیونکہ تم نے ایک مجدد کو قبول کیا ہے۔

پس یاد رکھو کہ مخالفین پر غالب آنے کیواسطے تقویٰ ضروری ہے۔ اس زمانہ میں بہتر طریق یہی ہے کہ ہمارے پاس رہیں۔

مولوی نورالدین صاحب کی قربانی

سب سے پہلے مولوی نورالدین صاحب نے اس راز کو سمجھا ہے۔ اور وہ محض خدا کی رضامندی کے واسطے اور دین کو حاصل کرنے کے واسطے یہاں آکر جنگل میں بیٹھے ہیں۔ انھوں نے بہت بڑی قربانی کی ہے۔ اپنی جائدادیں اور املاکیں چھوڑیں اور ایک جنگل کی رہائش اختیار کی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مولوی صاحب جیسی قابلیت اور لیاقت کا آدمی اگر لاہور یا امرتسر میں رہتا تو بہت بڑا دنیوی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ اور کئی بار لاہور اور امرتسر والوں نے چاہا بھی کہ وہ یہاں آکر رہیں۔ مگر انھوں نے کبھی یہاں رہنے پر دوسری جگہ کی آمدنی اور فوائد کو ترجیح نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہتر جزا دے۔ اس قسم کے لوگ ہوں۔ اور ایسی روح اور یقین لے کر یہاں آئیں

پھر میں دیکھتا ہوں کہ بعض احباب ہمارے ہر سال دنیا سے رخصت ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کس کو معلوم ہے کہ اگلے سال کون ہوگا۔ اور کس کو طلبی کا حکم آجائے گا۔ پس اس سے پیشتر کہ انسان دنیا سے رخصت ہو اسکو ضروری ہے کہ وہ خدا سے صلح کرے۔ اور یہ سچی بات ہے کہ کسی شخص کو فیض الٰہی نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ اسکو خدا کے فرستادہ کے ساتھ سچی محبت نہ ہو۔ اس محبت کا ثبوت اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی اطاعت اختیار کرے۔

صوفی جو یہ کہتے ہیں کہ مرید کو فائدہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ اپنے مرشد کو سب سے اچھا نہ سمجھے۔ میرے نزدیک یہ بات ٹھیک ضروری ہے۔ لیکن وہ جو یہ کہتے ہیں کہ مرشد کو لازم ہے کہ وہ ہر وقت عبوس رہے۔ اس کو میں صحیح نہیں سمجھتا۔ انسان اپنے اخلاق کو کیوں دور کرے منہاج نبوت کا طریق نہ چھوڑے۔ ان کو بہت بڑے ظرف اور دل کا آدمی ہونا چاہیئے۔ اور جو خدا کی طرف سے منہاج نبوت پر آتے ہیں اخلاق فاضلہ ساتھ لیکر آتے ہیں۔ میرا یہی مذہب ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی مدح کے خلاف زبان چلانا میرے نزدیک کفر ہے پس یہ بڑی عظیم الشان بات ہے کہ انسان اخلاق کو حاصل کرے اور تقوے اختیار کرے۔ اس کے لئے صادقوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ اسلئے میرے پاس رہنے کی فکر کرو۔ ان دنوں کو غنیمت سمجھو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنے لئے ایک نمونہ بناؤ۔

(الحکم جلد ۵ عدد ۔ تاریخ تقریر ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء)

ہر نبی اور مامور کیوقت دو فرقے (ایک سعید اور دوسرا شقی) ہوتے ہیں

دیکھو! میں محض للہ مختصر طور پر چند باتیں سناتا ہوں۔ میری طبیعت اچھی نہیں۔ اور زیادہ باتوں کی حاجت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے نیک اور پاک فطرت عطا فرمائی ہے۔ جن کی استعدادیں عمدہ ہیں وہ بہت باتوں کے محتاج نہیں ہوتے اور ایک اشارہ ہی سے اصل مقصد اور مطلب کو سمجھ لیتے اور بات کو پا لیتے ہیں۔ ہاں جو لوگ اچھی فطرت اور عمدہ استعداد نہیں رکھتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور قدرت پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ وہ تو اپنی ہی اغراض کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ ایسی پستی کی حالت کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں کہ اگر سب انبیاء علیہم السلام اکٹھے ہو کر ایک ہی وعظ کے ممبر پر چڑھ کر نصیحت کریں انھیں تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ یہی وہ سر ہے کہ ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے۔ اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔ دونوں فرقے وعظ و نصیحت کے لحاظ سے یکساں طور پر انبیاء علیہم السلام کے سامنے تھے۔ اور اس پاک گروہ نے کبھی کسی سے بخل نہیں کیا۔ پورے طور پر حق نصیحت ادا ادا کیا جیسے سعیدوں کے لئے ویسے ہی اشقیاء کے لئے مگر سعید قوم کان رکھتی تھی جس سے اس نے سنا آنکھیں رکھتی تھی جس سے دیکھا۔ دل رکھتی تھی جس سے سمجھا مگر اشقیاء کا گروہ ایک ایسی قوم تھی جس کے کان نہ تھے جو سنتی اور نہ آنکھیں تھیں جس سے دیکھتی نہ دل تھے جس سے سمجھتی اسلئے وہ محروم رہی۔

مکہ کی مٹی ایک ہی تھی۔ جس سے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل پیدا ہوئے۔ مکہ وہی مکہ جہاں اب کروڑوں انسان ہر طبقہ اور درجہ کے دنیا کے ہر حصہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اسی سرزمین میں یہ دونوں انسان پیدا ہوئے۔ جن میں سے اول الذکر اپنی سعادت اور رشد کی وجہ سے ہدایت پا کر صدیقوں کا کمال پا گیا۔ اور دوسرا شرارت و جہالت بیجا عداوت اور حق کی مخالفت میں شہرت یافتہ ہے۔

یاد رکھو کمال دو ہی قسم کے ہوتے ہیں ایک رحمانی دوسرا شیطانی۔ رحمانی کمال کے آدمی آسمان پر ایک شہرت اور عزت پاتے ہیں۔ اسی طرح شیطانی کمال کے آدمی شیاطین کی ذریت میں شہرت رکھتے ہیں۔

غرض ایک ہی جگہ دونوں تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ فرق نہیں کیا۔ جو کچھ حکم اللہ نے دیا وہ سب کا سب یکساں طور پر سب کو پہنچا دیا۔ مگر بدنصیب بدقسمت محروم رہ گئے۔ اور سعید ہدایت پا کر کامل ہو گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے بیسیوں نشان دیکھے۔ اور انوار اور برکات آپ کا مشاہدہ کیا۔ مگر ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔

اب ڈرنے کا مقام ہے

کہ وہ کیا چیز تھی۔ جس نے ابو جہل کو محروم رکھا؟ اس نے ایک عظیم الشان نبی کا زمانہ پایا جس کے لئے نبی ترستے گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہر ایک کی تمنا تھی۔ مگر انھیں وہ زمانہ نہ ملا۔ اس بدبخت نے وہ زمانہ پایا جو تمام زمانوں سے مبارک تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے اور خوف کا مقام ہے جب تک اللہ تعالیٰ کو دیکھنے والی آنکھ نہ ہو اس کے سننے والا کان ہو اور اسکے سمجھنے والا دل نہ ہو کوئی شخص کسی نبی اور مامور کی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(باقی آئندہ)

حضرت میرزا ناصر احمد صاحب کی تقریب رخصتانہ

قادیان میں مسرت اور خوشی کی لہریں

۴ر اگست ۱۹۳۴ء کی صبح کو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی برات قادیان سے مالیر کوٹلہ کو روانہ ہوئی۔ جس میں حضرت میرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت میرزا شریف احمد صاحب۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب میرزا مبارک احمد صاحب۔ میرزا منور احمد صاحب۔ میرزا گل محمد صاحب۔ خانصاحب میاں عبد اللہ خان صاحب اور حضرت ام المومنین اور آپکے ساتھ خاندان نبوت کی بعض دیگر مستورات بھی تھیں۔

برات کے لئے ایک سکنڈ کلاس کی بوگی جس میں مردانہ اور زنانہ کمرے الگ الگ تھے ریزرو کروائی ہوئی تھی۔ برات اُسی دن شام کو مالیر کوٹلہ پہنچ گئی۔ ۵ر اگست کی صبح حضرت سیدنا و مولانا خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بذریعہ موٹر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے۔ اور ٹھیک ۱۲ بجے وہاں پہنچ گئے

۶ر اگست جو کہ برات کی واپسی کا دن تھا۔ اس دن صبح ۱۱ بجے کے قریب حضرت اقدس بذریعہ موٹر واپس تشریف لے آئے۔ ۶ر اگست کی صبح قادیان میں ایک خاص چہل پہل تھی۔ قادیان میں دار المسیح سے لے کر الحکم سٹریٹ دار العلوم روڈ۔ محلہ دار الفضل سے گزرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن تک جھنڈیاں لگائی گئیں اور شہر سجایا گیا۔ بعض مقامات پر دروازے بھی بنائے گئے۔ گاڑی سے نصف گھنٹہ قبل حضرت اقدس اسٹیشن پر تشریف لے آئے۔ ہزاروں مردوں عورتوں کا سمندر اسٹیشن پر موجزن تھا۔ حضرت اقدس کے چہرے پر مسرت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور قادیان کے ہر چھوٹے بڑے خوشی سے جھوم رہے تھے۔ اور اس خوشی ۱۲ بجے کی شدید .... دھوپ کی بھی پروا نہ کرتے تھے۔

ٹھیک ۱۲ بجے گاڑی آئی۔ اللہ اکبر کے نعروں سے اس کا استقبال ہوا۔ لوگوں نے حضرت اقدس اور صاحبزادہ صاحب کے گلے میں پھولوں کے ہار پہنائے۔ حضرت اقدس نے اُتار کر دولہا اور دلہن کو پہنا دیئے۔ دلہن جب اُتری تو اسوقت اللہ اکبر۔ میرزا محمود احمد زندہ باد۔ مرزا ناصر احمد زندہ باد۔ میرزا غلام احمد کی جے کے فلک بوس نعرے لگائے گئے۔ تین موٹروں میں برات سوار ہوئی۔ پہلی موٹر میں حضرت اقدس اور دیگر ممبران۔ دوسری میں بیگمات۔ تیسری میں دولہا اور دلہن اور حضرت ام المومنین۔ موٹروں کے آگے جلوس کا ایک حصہ چل رہا تھا جو سینکڑوں آدمیوں پر مشتمل تھا۔ ان کی مختلف پارٹیاں تھیں ہر پارٹی کا الگ الگ جھنڈا تھا۔ وہ نعرے لگاتے اور نظمیں پڑھتے چلے آرہے تھے۔ موٹروں کے پیچھے جلوس کا دوسرا حصہ تھا۔ کوٹھوں کی چھتوں پر عورتیں اور بچے اُمڈے پڑتے تھے۔ یہ جلوس الحکم سٹریٹ سے گزرا۔ دفتر الحکم کی طرف سے بھی سُرخ کپڑے پر ایک بہت بڑا بورڈ لگایا گیا تھا۔ جس پر اسقدر لکھا تھا ؎

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

دفتر الحکم کے پاس حضرت عرفانی صاحب قبلہ نے امیر المومنین زندہ باد۔ ام المومنین زندہ باد۔ میرزا ناصر احمد زندہ باد کے نعرے بڑے زور سے لگوائے

الغرض اسیطرح یہ جلوس تقریباً ایک گھنٹہ میں آہستہ آہستہ چلکر دار المسیح میں پہنچ گیا۔ جہاں عورتوں کا بہت بڑا اجتماع تھا جو حضرت ام المومنین اور دیگر مستورات خاندان نبوت کو خندہ پیشانی سے ویلکم کہہ رہی تھیں۔ شام تک یہی حالت رہی۔ شام کو دلہن میرزا ناصر احمد صاحب کی کوٹھی محلہ دار الانوار میں تشریف لے گئیں۔

ولیمہ

۷ر اگست ولیمہ کی فہرستیں تیار کرنے میں گزرا ۸ر اگست کی صبح کو بارہ سو آدمیوں کی فہرستیں مکمل ہو گئیں۔ حضرت اقدس نے اس خوشی میں ہندوؤں اور غیر احمدیوں کو شامل فرمایا۔ چنانچہ ایک ہندو حلوائی سے مٹھائی بنوا کر ہندوؤں اور سکھوں کے گھروں میں بھجوائی گئی جنھوں نے نہایت مسرت سے قبول کیا۔ اس تقسیم میں حضور نے اپنے مکان کے قرب و جوار میں رہنے والوں کو خاص طور پر یاد رکھا۔ حتی کہ ایک شخص کا نام آپکو معلوم نہ تھا مگر اس کی زمین آپ کی کوٹھی کے پاس تھی۔ تو خاص طور پر ہدایت کی کہ جس شخص کی زمین میری کوٹھی کے پاس ہے، اسکو مٹھائی بھجوائی جائے۔ اسی طرح بعض ایسے اشخاص کو بھی مٹھائی بھجوائی۔ جو ہمیشہ آپ کے خاندان کے ساتھ بغض عداوت رکھتے رہے ہیں۔ اور اسی پر بس نہ کرتے ہوئے اردگرد کے دیہات کے ان ہندوؤں اور سکھوں کو بھی مٹھائی بھجوائی گئی جو کسی نہ کسی رنگ میں آپ سے تعلق رکھتے تھے۔

شام کے ۵ بجے قادیان کے یتیموں اور بیواؤں کے گھروں پر کھانا بھجوا دیا گیا

۸ بجے رات کو آپ کی کوٹھی دار الحمد کے وسیع میدان میں کھانے کا انتظام کیا گیا۔ مگر قادیان کے اردگرد کے دیہات کے لوگ بن بلائے ہی آگئے اور بارہ سو کی بجائے تین ہزار کی تعداد ہو گئی۔ منتظمین میں اسوقت گھبراہٹ پیدا ہو گئی۔ وہ حیران تھے کہ اب کیا کریں۔

آخر تش یہ تجویز کی گئی کہ خاص خاص آدمیوں کو اُٹھا لیا جائے چنانچہ خاص آدمی اُٹھا لئے گئے اور بن بلائے مہمانوں کے متعلق جب حضرت سے پوچھا گیا تو حضور نے کسی کا اُٹھانا پسند نہ کیا۔ اور رات کے ۱۲ بجے تک ان سب کو کھانا کھلا کر رخصت کر دیا۔ تقریباً ۵ سو آدمی جن میں سے اکثر کارکن تھے کھانا کھانے سے محروم رہے۔ جن کے لئے ۹ر اگست کی صبح کو ۱۲ بجے سید اقصےٰ میں دوبارہ دعوت کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے خود شمولیت فرمائی۔ اور کھانا کھا کر دعا فرمائی۔ احباب نے دعا کے وقت عرض کیا کہ حضور بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ جو اسی دن اور پھر جمعہ کے دن بارش ہو گئی الحمد للہ علیٰ ذالک۔

۱۰ر اگست کو ۱۲ بجے دار المسیح میں مستورات اور بچوں کی دعوت کی جس میں کئی سو عورتیں اور بچے شریک ہوئے۔ اس طرح تین دن تک یہ مسرت انگیز تقریب ادا ہوتی رہی۔

یہ تقریب اس لئے بھی باعث خوشی تھی کہ وہ انسان جسکے متعلق شبہ کیا جاتا تھا کہ معلوم نہیں اس کے کھانے کی کیا صورت ہو گی اس کے بیٹے کے دسترخوان پر جو در اصل اسی کا دسترخوان ہے ہزارہا بندگانِ خدا کھانا کھا رہے تھے۔ اور ہمارے لئے تائیدات الٰہیہ کا ایک خاص منظر پیش کر رہے تھے۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہونے کے لحاظ سے اور اُن کی دلہن صاحبہ آپ کی نواسی ہونے کے لحاظ سے آیات اللہ میں سے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے بڑھنے اور پھلنے اور پھولنے اور برومند ہونے کے وعدے خدا کی طرف سے دیئے گئے۔ ان میں سے جب کوئی بڑھتا ہے تو ہم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بڑھنا نظر آتا ہے اور خدا کے وعدے پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔

پس یہ ایک درخت ہے۔ جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اس کی شاخیں دنیا کے کناروں تک پھیلیں گی اور لوگ ان کو گن نہ سکینگے۔ وہ مختلف شہروں میں جا کر آباد ہونگے اور قومیں ان سے سیراب ہونگی۔ اس درخت کی ہر پتی اور ہر کونپل ہمارے لئے ایک وجد کی سی کیفیت پیدا کرتی ہے اور ہم کو اس انسان کی صداقت کا اعلان سناتی ہے جسے مہجور اور مستور خیال کیا جاتا تھا۔

العرض

یہ دن نہایت خوشی اور مسرت سے گزرے۔ اب دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس جوڑے کو برومند کرکے بڑھائے۔ اور ہر قسم کے آلام اور تفکرات سے محفوظ رکھے۔ (آمین) (محمود احمد عرفانی)

قادیان کے ہندو صاحبان کا ڈیپوٹیشن حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور

۱۱ر اگست ۱۰ بجے قادیان کے تیس کے قریب معزز ہندوؤں نے حضرت اقدس کے حضور پیش ہو کر مرزا ناصر احمد صاحب کی شادی کی مبارکباد دی۔ حضور سب سے خندہ پیشانی سے ملے اور سب سے مصافحہ کیا۔ وفد یہاں سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سے ملا۔ اور مبارکباد پیش کی۔ انھوں نے بھی خوشی سے وفد کو ویلکم کہا۔

ذکریات

مبلغین احمدیت کے کارنامے

نمبر ۳

خون کے فوارے سے نہایا ہوا مبلغ

دمشق کے لئے مقدر تھا کہ ایک دفعہ اس پر کوئی ایسا بلا نازل ہوتی جس سے اہل دمشق چیخ اُٹھتے اور کہہ اُٹھتے کہ واقعی یہ کوئی بلا ہے ۔ ۱۹۲۴ء میں سیدنا و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی یورپ جاتے ہوئے بلاد اسلامیہ سے گزرے ۔ مصر اور فلسطین ہوتے ہوئے شام گئے ۔ دمشق میں چند روز قیام کیا ۔ شام میں آپ کے قیام کے دنوں میں سخت مخالفت ہوئی ۔ علماء نے عوام الناس میں ایک ہیجان پیدا کر دیا ۔ اس مخالفت نے حضور کو ڈرایا نہیں ۔ بلکہ آپ نے وہیں فیصلہ کر لیا کہ میں جاتے ہی شام کے لئے مبلغ بھیجوں گا ۔ اور بہت جلد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اور مولانا شمس کو شام میں بھیجدیا ۔

سید صاحب اس سے قبل بھی یہاں آچکے تھے ۔ وہ ایک کالج میں پروفیسر اور بالآخر وائس پرنسپل رہ چکے تھے ان کے شاگرد بڑی کثرت سے تھے ۔ اور وہ اب بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہو چکے تھے ۔ اور ان میں سے بہت سے بڑے بااثر اور با رسوخ بن چکے تھے ۔ اگرچہ سید صاحب کے پہلے سفر میں اور اس سفر میں بڑا فرق تھا ۔ حکومت بدل چکی تھی ۔ نظام سلطنت تبدیل ہو چکا تھا ۔ اور اتنے عرصہ میں دمشق کئی قسم کے نقصانات دیکھ چکا تھا ۔ ترکوں کے ہاتھ سے نکل کر انگریزوں کے ہاتھ آیا جنھوں نے فیصل ابن حسین کو بنو امیہ کے تخت گاہ کی سیادت عطا کی ۔ لیکن معاہدات دول کی رو سے شام پھر انگریزوں کے ہاتھ سے فرانس کے پاس چلا گیا ۔ انھوں نے فیصل کی تخت گاہ پر زبردستی قبضہ کر لیا اور ایک ہی سال کے بعد دمشق جو مشرقی آزاد حکومت کے خواب دیکھ رہا تھا ۔ فرانسیسی مقبوضہ ہو گیا ۔ فرانس کی قوت و شوکت نے شام کے باشندوں کو دبا دیا ۔ مگر وہ ایک آگ تھی جو سلگ رہی تھی ۔ جس سے ان کے سینے اندر ہی اندر جل رہے تھے ۔ فیصل بھاگ کر عراق کی طرف چلا گیا ۔ جس ملک کی خاک اسطرح اڑ چکی ہو اسکی تباہی اور پریشانی میں کیا شک ہو سکتا ہے ۔ اور ایسی حالت میں انسانی فطرت انتقام اور بغض و کینہ کے جذبات سے پُر ہو کر کیا کیا تدبیریں کرتی ہے ۔ اس سے ہر شخص واقف ہے ۔ بس اب شام وہ شام نہ تھا ۔ نہ وہ پہلی سی رونق تھی ۔ ملک کے لوگ نئی سلطنت سے مطمئن نہ تھے ۔ اور ان کے سامنے اب کوئی کام اس کے سوا نہ تھا کہ وہ کوئی ایسی صورت پیدا کریں جس سے فرانس سے انتقام لیں ۔ ان کے گھروں میں عربی سلطنت کے مٹنے کے ماتمی جلسے ہوتے تھے ۔ وہ استعمار کے درخت کو گھن کے کیڑے کی طرح سے کھانے کی فکر میں تھے ملک کی فضا و ہوا بگڑ چکی تھی اور وہ اندر ہی اندر دمشق سے لے کر تمام عربی ممالک میں اپنے پروپیگنڈے کا جال پھیلا رہے تھے ۔ ان کے دماغوں میں صرف ایک ہی سودا تھا ۔ نوجوانوں کے اندر اسلام کی محبت موجزن نہ تھی بلکہ عربیت وہ چاہتے تھے کہ تمام عرب کو ایک آزاد ملک دیکھ سکیں ۔ یہ خیال تھا جس نے جنگ میں ان کو ترکوں سے خیانت کرنے کے لئے آمادہ کیا تھا ۔

الغرض

ان حالات میں سید صاحب اور شمس صاحب کا قافلہ شام کی زمین پر اُترا ۔ انھوں نے احمدیت کی منادی کرنی شروع کی ۔ مخالفین میں پھر ایکدفعہ جوش پیدا ہوا ۔ اور وہ ان امن کے علمبرداروں کو نکلنے کی فکر کرنے لگے ۔ ان پر جو الزامات ... لگائے گئے ان میں سے بڑا الزام یہ تھا کہ یہ استعمار کے ایجنٹ ہیں جو جنون استعمار کے خلاف ان کے دماغ میں تھا ۔ اور جسے قوت کا آہنی پنجہ ہمیشہ ابھرنے سے روکدیا کرتا تھا ۔ ان پیامبروں کے خلاف بھڑکنے لگا ۔ سید صاحب تو شمس صاحب کا انٹروڈیوس کرا کے چلے آئے ۔ اب یہ کہ تنہا مسافر دمشق کے شہر میں گھومنے لگا ۔ لوگ ہنستے اور مذاق اُڑاتے مگر یہ دبلا پتلا نوجوان مبلغ ساری دنیا کو اپنی نظروں سے گرائے ہوئے تھا انکے سامنے صرف ایک ہی چیز تھی وہ یہ کہ دنیا کو آنیوالے نور سے مطلع کرے ۔

اسی طرح اس کا دن اور رات گزرتا ۔ اسکی ایک نئی دنیا تھی وہ ایک ایسی جنگ میں مشغول تھا جس میں اسے جو کبھی لڑائی لڑنے پڑتی تھی مگر وہ نہ تھکتا تھا ۔ لوگ اس کے مکان پر آتے مختلف اغراض اور مختلف خیال کے لوگ آتے ۔ حق کے طلبگار بھی ہوتے ۔ دوست نما دشمن بھی ہوتے ۔ دشمن محض بھی ہوتے ۔ وہ سب سے خندہ پیشانی ملتا ۔ اسی روز و شب میں وہ گزر رہا تھا کہ شام کے ایک کنارے سے ایک شعلہ جنگ بھڑکا ۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ شام کے ایک طرف ملک کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو پہاڑوں گھرا ہوا ہے جسے جبل دروز کہتے ہیں ۔ جبل دروز میں ایک قوم آباد ہے جو مسلمانوں کے تو قریب ہے ۔ مگر نہ پورے مسلمان ہیں اور نہ عیسائی اور نہ یہودی بلکہ وہ خاص عقائد کے لوگ ہیں ۔ وہ شیعوں کے باطنی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے ۔ جن کی زندگی اسرار کا مجموعہ ہے ۔ یہ لوگ عرب ہیں اور خالص عربوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ بڑی جنگجو اور بہادر قوم ہے ان کا لیڈر سلطان پاشا اطرش ہے ۔ سلطان پاشا کے گھر میں ایک شخص مہمان ہوا ۔ دراصل وہ سیاسی مجرم تھا ۔ حکومت اسکی تلاش میں تھی ۔ اطرش گھر میں نہ تھا اس کی ماں نے اسے پناہ دی مگر حکومت جبراً اسے گرفتار کر کے لے گئی ۔ اطرش کے آنے پر اس کی ماں نے سخت احتجاج کیا کہ ہماری عزت تیرے ہاتھوں تباہ ہو گئی ۔ اطرش پاشا گھر سے نکل گیا ۔ اسنے حکومت سے مطالبہ کیا کہ میرا مہمان واپس کرو مگر حکومت نے ذرا بھر بھی پرواہ نہ کی ۔ دروز کو گورنمنٹ فرانس نے آزادی کا وعدہ دے رکھا تھا ۔ اطرش نے کہا کہ یہ معاہدہ کے خلاف ہے اس نے اپنی قوم کو اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے بلایا ۔ قوم نے لبیک کہا اور جبل دروز میں حریت دروز کے قوم سے ایک آگ بھڑک گئی جدید قسم کے اسلحہ سے بالکل نہتے دروزی فرانسیسی فوجوں کو لوٹ کر لے آتے ۔ اور سامان جنگ مہیا کر لیا ۔

اس آگ کے شعلے ہوا میں بھڑکنے لگے ۔ اور وہ لوگ جو شام کے ملک میں عربی سلطنت کے مٹنے کا ماتم کیا کرتے تھے استعمار کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور سارا شام میدان جنگ بن گیا اب دمشق کے گلی کوچوں میں خون ہونے لگے ۔ لوگ گھروں سے نکلتے ڈرتے تھے ۔ فرانسیسی جہاں ملتے قتل کئے جاتے تھے ۔ حالات کچھ کے کچھ ہو گئے ۔ شام کے ملک میں کسی شخص کو اگر کوئی فکر تھی تو آزادی کے لئے لڑ مرنے کی باغیوں نے باقاعدہ فوج کی طرح منظم صورت اختیار کر لی ۔ وہ اگر شہر کے کسی حصے سے گزرتے تو وہ لوٹ کھسوٹ مچاتے اور اگر فوج ان کا تعاقب کرتی ۔ تو ملک کو ویران کرتی ۔ اب رات پر رات دن کو بھی کوئی نہیں نکل سکتا ۔ مگر ہمارا مبلغ برستی گولیوں ، دشمنوں کی خون بھری آنکھوں کے سامنے سے دیواروں کے ساتھ لگ لگ کر لوگوں کے گھروں پر جاتا ۔ اور پیام امن سناتا ۔ آخر وہ وقت بھی آگیا جبکہ ۲۶ گھنٹے تک دمشق سے خوبصورت شہر پر حکومت کی توپوں نے منہ کھولے گئے ۔ اور شہر کو ایک تودہ خاک بنا دیا گیا ۔ مرنے والوں کی لاشیں اونٹوں پر باندھ کر شہر میں گھمائی گئیں ۔ اور جس پر سیاست کا شبہ کیا جاتا ان کو شہر کے وسط میں سولی دیجاتی ۔ مگر اس حالت میں بھی ہمارا بہادر مبلغ اس آواز کے پہنچانے سے نہ رُکا ۔

جنگ ختم ہو گئی ۔ مگر ملک میں صف ماتم بچھ گئی ۔ گھر گھر ماتم تھا ۔ اس ماتم میں بھی ایک آواز اُٹھتی تھی جس کے سننے کے لئے لوگ مجبور تھے اور وہ یہ کہ آسمان سے وہ مسیح آگیا جس کا تم انتظار کر رہے تھے اب علماء کا پیمانہ صبر چھلکنے لگا ۔ انھوں نے ایک تاریک رات میں چار آدمیوں کو مقرر کر دیا کہ وہ نہتے انسان کو رات کی تاریکی میں چھپ کر بہادروں کی طرح نہیں بلکہ چوروں کی طرح قتل کر دیں ۔

۱۹۲۷ء سردی کا موسم تھا ۔ ہمارا مبلغ مغرب کے وقت آنیوالے مہمانوں کے استقبال کی تیاری کر رہا تھا ۔ کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہونے کے لئے گھر سے باہر اوور کوٹ اوڑھ کر نکلا کہ چنے خرید کر جیب میں ڈال لے تا آنیوالوں سے قبل چنے چبا کر دو گھونٹ پانی پی لے ۔ جب وہ سلامتی کا مبلغ واپس آرہا تھا تو قبل اس کے اپنے مکان میں داخل ہو ایک خنجر اسکی پشت میں مار دیا گیا ۔ ان چنوں کا ایک دانہ بھی اس کے منہ میں نہ گیا ۔ اور وہ پانی کے دو گھونٹ بھی نہ پی سکا ۔ ہمارا مبلغ جلدی سے اپنے ہمسایہ کے مکان کا دروازہ کھول کر گر گیا ۔ عورتیں اِدھر اُدھر بھاگیں مگر انکو معلوم ہوا ۔ کہ ہندی مسافر گرا ہے ۔ انھوں نے شور مچایا کہ کیا ہوا ! کیا ہوا ؟ شمس نے پھر اُٹھنے کی کوشش کی اور اُٹھ کر اپنے دروازہ تک گیا کہ پھر گر گیا اور بے ہوش ہو گیا ۔ اسے اسوقت ہوش آیا جبکہ پولیس آگئی اور اسے ہسپتال میں اُٹھا کر لے گئی جسم سے خون کا فوارہ اچھل رہا تھا ۔ کپڑے خون سے تر تھے اور کوٹ بھی رنگین ہو چکا تھا ۔ ہسپتال میں ہمارا خون میں نہایا ہوا مبلغ بیہوش پڑا تھا ۔ مگر ڈاکٹروں کی سرگوشیاں دوسرے دوستوں نے سن لیں جنھوں نے کہا کہ بچنے کی کوئی اُمید نہیں زخم خطرناک ہے ۔ کمزوری و نقاہت کی یہ حالت کہ جو منہ کبھی بولنے سے خاموش نہیں رہ سکتا تھا اب ایک کلمہ بھی بول نہیں سکتا تھا مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں نے مسیحائی کی اور ہمارا وہ بہادر جسے ڈاکٹر کہتے تھے کہ زندہ نہیں رہ سکتا بچ گیا ۔ اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں برکت دے یہ ہے ہمارا خون میں نہایا ہوا مبلغ !

(محمود احمد عرفانی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ

حضرت شاہزادہ حاجی عبد المجید صاحب مجاہد ایران رضی اللہ عنہ

(سلسلہ کے لئے دیکھیئے اخبار الحکم ۲۱ر جولائی ۱۹۳۴ء نمبر ۲۶ جلد ۳۷)

لودیانہ میں لوگوں سے بیعت لینے سے انکار کرنا اس بات پر پوری پوری روشنی ڈالتا ہے کہ بعد میں جب حضور نے اسی لودیانہ میں بیعت لینی شروع کی۔ تو آپ کی بیعت لینی کسی نفسانی خواہش کی بنیاد پر نہیں تھی۔ کیونکہ اگر آپ کے دل میں نفسانیت کا ہونا مان لیا جائے۔ تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ نے ایسے عمدہ موقع کو جو لودیانہ میں آپ کو بیعت لینے کا حاصل ہوا تھا پس پشت ڈالدیا۔ اور بیعت لینے سے انکار کر دیا۔ اور لست بما ھو بیا کا روکھا پھیکا جواب سنا کر جھٹ پٹ کھڑے ہو کر باہر سیر کے لئے تشریف لیگئے۔

القصہ سب موقعوں سے اول موقع جبکہ یہ عاجز حضرت اقدس کی نعمت زیارت سے مستفیض ہوا۔ یہی وقت تھا جس کا بیان اوپر ہو چکا۔

بالآخر اس جگہ یہ بھی بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کی شناخت کرنے اور آپ کی شان میں

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

کے شائع کرنے میں حضرت احمد جان صاحب موصوف نے دھوکہ نہیں کھایا۔ کیونکہ حضرت منشی صاحب ممدوح ان برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ جن کی فراست کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ فرمایا۔ چنانچہ جب سر سید احمد خان صاحب بالقابہ لودیانہ میں آئے اور شہر میں ان کے متعلق لون ہال میں ایک جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں بہت لوگ جمع ہوئے اور ایک ہزار روپے سے زیادہ چندہ سر سید کے واسطے فراہم کیا گیا۔ جو تھیلی میں داخل کر کے سر سید کے سامنے منبر پر رکھا گیا۔ تھیلی کو سر پر رکھ کر سر سید نے لوگوں کا شکریہ ادا کیا۔ اور کچھ تقریر بھی کی جو مجھے اسوقت یاد نہیں۔ اس جلسہ میں قبلہ و کعبہ ام حضرت منشی صاحب موصوف بھی تشریف لے گئے۔ اور میں بھی آپکے ساتھ شریک جلسہ ہوا۔ جب جلسہ برخواست ہوا تو واپس آتے ہوئے حضرت پیرو مرشد صاحب نے فرمایا کہ ہمکو اس شخص کے دل میں بجز ظلمت اور تاریکی کے اور کچھ بھی نظر نہ آیا۔

سبحان اللہ حضرت موصوف کی فراست سر سید کے متعلق کیسی صحیح اور درست نکلی۔ جس سے آپکی فراست کی خوبی پر مہر لگ جاتی ہے۔ پس ایسے صحیح فراست والے بزرگ کا (جن کی فراست کی صحت سر سید کے حق میں تجربہ ہو چکی تھی) مسیح موعود علیہ السلام کو مان لینا ایک طالب حق کی تسلی کے واسطے ایک کافی دلیل ہے۔ سچ ہے ولی را ولی می شناسد پس حضرت منشی صاحب کے متعلق یہ بیان یہ گمان ہرگز درست نہیں ہوگا کہ حضرت اقدس کی شناخت میں آپنے دھوکا کھایا کیونکہ اگر آپ دھوکہ کھانیوالوں میں سے تھے تو سر سید کی شناخت میں بھی آپ دھوکہ کھا جاتے۔ والسلام

(شاہزادہ عبد المجید لائبریرین قادیان)

بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ محبت و عشق کی چنگاری جس طرح پر پیدا ہوئی اس کا اظہار شاہزادہ صاحب کے اپنے بیان سے بخوبی ہوتا ہے۔ چونکہ انھوں نے اپنے شیخ حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت میں گداز اور آپکے حضور کامل اخلاص و محبت کا نمونہ دیکھا تھا۔ اسلئے اس تعلق میں ترقی کرتے چلے گئے۔ جب حضرت منشی احمد جان صاحب رضی اللہ عنہ حج کو تشریف لے گئے تو حاجی صاحب بھی آپکے قافلہ میں تھے۔ اور اس طرح پر عین عنفوان شباب میں آپنے حج بیت اللہ کیا۔ حج سے واپس آکر حضرت موصوف کے ارشاد و وصیت کے ماتحت جب بیعت کا وقت آیا تو آپنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ اور اس تعلق میں اسقدر ترقی کی کہ آخر

اسی راہ میں قربان ہو گئے۔

بیعت کے بعد دستور العمل

بیعت کے بعد ان کی حالت میں ایک غیر معمولی تغیر ہو گیا۔ وہ منہیات شرعیہ سے پہلے ہی بچتے تھے اور احکام شریعت کا عملی احترام کرتے تھے۔ لیکن اب ان اعمال میں ایسی روح پیدا ہوگی اور صبغۃ اللہ کے رنگ سے رنگین ہو گئے۔ ان کے چہرہ سے رشد و سعادت کے آثار نمایاں تھے ایک عام آدمی بھی انھیں دیکھ کر سمجھتا تھا کہ یہ کوئی ولی اللہ ہے

عشق الٰہی برسے منہ تے ولیاں ایہہ نشانی!

خطیب و امام

حاجی صاحب کا تقویٰ و طہارت ان کی جوانی کے ایام میں بھی ان کے اپنے لوگوں اور دوسرے اہل شہر میں مشہور تھا۔ بیعت میں داخل ہونے کے بعد ان کے تقویٰ و طہارت اور رشد و سعادت کی وجہ سے جماعت نے انھیں اپنا امام الصلوٰۃ مقرر کیا وہ خطیب بھی تھے اور درس القرآن بھی دیا کرتے تھے۔ جب تک وہ ودہانہ میں رہے اپنے منصب پر ممتاز رہے اور فی الحقیقت وہ اس کے پورے اہل تھے۔ قرآن شریف کے ساتھ انھیں ایک عشق تھا۔ اس سوز اور خوش الحانی سے پڑھتے تھے کہ ایک سنگدل سے سنگدل انسان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا۔ ان کا معمول یہ تھا کہ خطبہ جمعہ میں قرآن شریف کا جو حصہ پڑھتے وہ ہی نماز میں پڑھتے تھے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسطرح پر قرآن شریف کا بہت سا حصہ ان کو حفظ ہو گیا تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ من وجہٍ وہ

قرآن شریف کے حافظ ہی تھے

عزیز محترم بابو غلام حسین صاحب (جنھوں نے ان کے حالات جمع کرنے میں مجھے بہت مدد دی ہے) لکھتے ہیں کہ "ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے ایک عجیب کیفیت قلب میں پیدا ہوتی تھی۔ ایک خاص سوز و گداز اور رقت قلب پیدا ہو کر روح آستانہ الٰہی پر پانی ہو کر گرتی تھی۔ دعاؤں کے لئے توفیق ملتی خود ان کی آواز میں ایک رقت ہوتی تھی جو سرور افزا تھی لیکن یہ رقت کبھی اونچی آواز سے نہ ہوتی تھی۔ سوائے ایک مرتبہ کے جو مجھے یاد ہے کبھی اونچی آواز سے نماز یا جماعت میں انپر رقت طاری نہ ہوئی"

عام عادت

آپ کی عادت میں یہ بات داخل نہ تھی کہ بازاروں میں عام طور پر جا دیں یا میلوں یا مجمعوں میں پھرتے رہیں۔ مگر گوشہ نشینی اور خلوت کو پسند کرتے تھے۔ سلسلہ ملازمت میں تو چونکہ بیدل کچہری آیا جایا کرتے تھے۔ اس لئے ان اوقات میں وہ آتے جاتے نظر آتے۔ اس کے بعد بازاروں اور مجمعوں میں یا دوسری عام جگہوں میں وہ نظر نہ آتے تھے۔ اتوار کے دن یا تو کبھی کسی رشتہ دار کے ہاں جا کر تبلیغ کرتے اور یا گھر پر موجود رہتے۔ اور کوئی شخص آتا تو اسے خدا کا پیغام پہنچاتے اسطرح پر وہ ایک خاموش اور مستقل مزاج مبلغ تھے۔ اور کبھی اپنے وقت کو ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ دعوت و تبلیغ میں صرف کرتے یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرتے یا قرآن کریم کی تلاوت سے بہرہ اندوز ہوتے اور ذکر الٰہی سے تسلی پاتے۔ آپکی زبان سے کبھی کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی تھی جو کسی قسم کے گناہ کا رنگ رکھتی ہو بلکہ بہت ہی کم بولتے تھے اور جب بولتے تھے پھول جھڑتے تھے۔

زہد

آپ نفس کشی کے عادی تھے۔ لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ ہندو سادھوؤں یا بدعتی لوگوں کی طرح کوئی خاص قسم کی مشقتیں کرتے تھے بلکہ شریعت اسلام کے احکام کی بجاآوری اور حضرت نبی کریم صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کو ایسے سانچے میں ڈھالتے تھے۔ آپ کی خوراک بہت ہی کم .... اور بہت ہی سادہ تھی۔ صبح کو آپ صرف چائے پی کر دفتر جاتے تھے۔ اور پھر فرماتے تھے کہ دوپہر تک بھوک اور پیاس نہیں لگتی۔ کھانے میں بھی سادگی پسند تھے تکلفات کے عادی نہ تھے۔ اور کھانے کا مقصد انھوں نے وہی سمجھا تھا جو سعدی نے بیان کیا ہے

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

اکل حلال کے پورے عامل تھے۔ کبھی کسی مشتبہ چیز کے نزدیک

میں کیوں کر احمدی ہوا

جناب رفیع الدین احمد صاحب منشی فاضل وطبیب حاذق مڈھ رانجھ کے حالات

عاجز کی عمر دس سال کی تھی جبکہ مدرسہ حمیدیہ لاہور میں مولوی کلاس میں تعلیم پاتا تھا۔ میں نے ایک اشتہار پڑھا جس میں لکھا تھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب لیکچر دیں گے سڑک کیلیانوالہ کا پتہ لگا غالباً ۱۹۰۴ء تھا۔ یہ عاجز سڑک کیلیانوالہ پر پہنچکر پوچھتا پھرا کہ حضرت کا لیکچر کس جگہ پر ہے۔ مگر کسی نے پتہ نہ دیا اور پھر پھرا کر بے نیل مرام واپس آگیا۔ یہ میری عقیدت کا پہلا سین ہے۔ حالانکہ کسی اور لیکچر یا تقریر میں مینے کبھی اسطرح کی تگ و دو نہ کی تھی اور نہ کی ہے۔

۱۹۰۷ء میں میرے والد مکرم حضرت حکیم سراج الدین صاحب مرحوم سے لاہور ملنے کے لئے آئے۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ میں قادیان جارہا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا ارادہ ہے۔ حضرت والد صاحب پہلا گاؤں میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور تہجد گذار تھے عطاری کی دوکان ذریعہ معاش تھی۔ بیعت کرنے کے بعد بہت کچھ آپکے ساتھ معاندانہ سلوک کیا گیا کہ آپکی دوکان نہ چلے لیکن آپ کی عقیدت حضرت مسیح موعود سے ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ آپنے مبلغ پچاس روپے لنگر کے لئے برائے مہمانخانہ حضور کی خدمت میں ارسال کئے جس کی رسید حضور نے ارسال فرمائی۔

۱۹۰۷ء میں یہ عاجز مولوی کلاس پڑھ کر دہلی چلا گیا حدیث پڑھنے کا شوق تھا۔ دہلی کے مختلف مدارس میں پھرا۔ مدارس احناف میں بیگانگی محسوس ہوئی اور مدارس موحدین سے کچھ یگانگت طبیعت کو ہوئی مولوی نذیر حسین صاحب کے مدرسہ میں گیا۔ اور آپ ہی کے شاگرد سے جو حاجی علی خان والی مسجد متصل گھنٹہ گھر میں تعلیم دیتے تھے اُن سے صحاح ستہ کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن میں نے کبھی اُن کی احادیث سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کوئی بات نہ سُنی۔ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالی ضعیف العمر اُن دنوں زندہ تھے اُن کے پاس بھی آنے جانے کی چند روز توجہ رہی لیکن کوئی بات حضرت کے خلاف اُن سے میرے گوش گذار نہیں ہوئی میں وہیں تھا جب آپ فوت ہوئے۔ ان کی کتابیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے ہم چند طلبا مقرر ہوئے۔ جن میں مینے ازالہ اوہام تقطیع خورد کو دیکھا۔ آن کے بڑے لڑکے بالکل سادہ مزاج تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ کتاب ہے اور کیا اعلیٰ مضامین ہیں۔ انھوں نے کہا کہ بات تو یوں ہی ہے۔

مولوی عبدالوہاب صاحب ملتانی جو صدر بازار میں جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب تھے۔ جمعہ میں اُن ہی کی اقتدا میں پڑھتا تھا۔ ایک بار انھوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر کے متعلق کچھ کہا کہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔ لیکن میں اس بات پر متفق نہ ہوا جب میں حدیث پڑھ چکا۔ غالباً وہ ۱۹۰۹ء تھا۔ تو عاجز ایک مسجد میں جو نئی تھی اور متولی اہل حدیث تھے میں لطور خطیب مقرر کر لیا گیا کہ جمعہ پڑھایا کروں اور صبح کو ایک رکوع قرآن مجید کا درس دوں۔ اور چند بچے اہل محلہ کو قرآن مجید پڑھایا کروں۔ ان دنوں اخبار بدر لائبریری میں جو کمپنی باغ میں تھی آیا کرتا تھا۔ میں اکثر باغ کی سیر کرتے ہوئے لائبریری میں جاتا۔ اور خصوصاً اخبار بدر کو تلاش کرتا۔ اور اُس کے مضامین جو حضرت مسیح موعودؑ کے فرمودہ ہوتے ڈائری وغیرہ ان دنوں حضرت مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات کے متعلق مضامین اور تقریریں ہوتیں۔ اور حضور کی تازہ وحی درج ہوتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تقریر سے میرے دل کو خاص مناسبت معلوم ہوئی۔ اور میں یہ معلوم کرتا کہ ان باتوں میں ذرہ بھر بھی اپنی طرف نہیں ہے۔ بلکہ یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ لیکن ابھی وقت نہ تھا کہ میں جماعت میں منسلک ہوتا۔ یہانتک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر بھی وہیں دہلی میں پہنچی۔ اور میں نے اخبارات میں حضور کے متعلق وفاتیہ مضمون پڑھے۔ جن میں سے اخبار وکیل امرت سر اور تہذیب النسواں کے مضامین کو میں نے نقل کر لیا۔ اور بار بار اُن کو پڑھتا۔ گویا حضرت مسیح موعود کے خلاف یا وہ سرائیاں میری نظر سے گذری بھی نہیں۔ اور اگر کوئی ایسی بحواس دیکھنے میں آئی بھی تو اسے ایک سکنڈ کے لئے بھی دیکھنا گوارا نہ کیا۔

اب حضرت خلیفۃ المسیح اول کے خطبے اور حضور کی تقاریر آنے لگیں۔ اور عاجز اُن کو پڑھتا۔ یہاں تک کہ ۱۹۱۱ء جس میں دربار دہلی... آپہنچا۔ اور عاجز اسی طرح مسجد میں کام کرتا رہا۔ چونکہ دہلی میں اکثر مناظرے آریہ سماج سے اہل اسلام کے ہوا کرتے تھے۔ مسلم مناظر نے آریہ سماج کے مناظر کا ٹھیک طور پر جواب نہ دیا۔ جس کا تذکرہ مسجد میں ہوا۔ میں نے کہا اگر مرزا غلام احمد ہوتے تو ان کو لاجواب کر دیتے۔ اس بات سے کچھ شبہ سا ان کو میرے متعلق گذرا۔

ایک دور تو درس قرآن مجید کا ہو چکا۔ جب دوسرا دور شروع ہوا اور انی متوفیک پر پہنچا۔ میں نے کہا کہ بات سیدھی یوں ہی ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ صدیق حسن خان کی تفسیر عموماً میرے پیش نظر ہوتی۔ میں نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر میں جتنی باتیں انھوں نے لکھی ہیں میرا دماغ ان کو تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔ یہ دن میرے لئے پاک جماعت میں شامل ہونے کا پیش خیمہ تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم پہلے ہی آپ کا رخ معلوم کر چکے تھے۔ اور آج بھی معلوم ہوا کہ آپ قادیانی خیال کے آدمی ہیں اور اندریں صورت آپ اہل حدیث کے امام نہیں بن سکتے میں نے کہا کہ واقعی میری اقتدا میں آپ لوگ نماز نہیں پڑھ سکتے انھوں نے کہا آپ اپنا سامان یہاں سے اٹھالیں۔ چنانچہ مینے اپنا سامان جس میں زیادہ تر کتابوں کا ہی ذخیرہ تھا۔ اٹھایا۔ اور خدا بھلا کرے ایک کارخانہ دار کا۔ اس نے کہا کہ آپ میرے پاس ٹھیر جائیں۔

اُن دنوں میر قاسم علی صاحب کے متعلق مجھے علم تھا کہ وہ یہاں سے اخبار الحق جاری کرتے ہیں اور گاہے گاہے گھنٹہ گھر کے پاس غیر مذاہب سے بحث ہی کرتے ہیں۔ ایک مستری قادر بخش صاحب برف خانہ میں کام کرتے تھے۔ لیکن میں نے کسی قسم کی مدد لینی اُن سے مناسب سمجھی بلکہ اپنے بوجھ کو اُن پر لادتا تو الگ اُن کو تبلانا بھی مناسب نہ سمجھا کہ میں اتنی بات کہنے پر ذریعہ معاش سے الگ کیا جا چکا ہوں۔ اب آپ بتائیں میں کیا کروں۔ بلکہ میں نے حضرت والد صاحب کی طرف خط بھیجدیا۔ آپ کی خدمت میں بھی ماہ بماہ کچھ نقدی ارسال کر دیا کرتا تھا اور دیانی صغیرا کو عملی طور پر پورا کیا کرتا اور میری اپنی بود و باش دہلوی ... میں رنگین تھی یہ ایک دم ختم ہو گئی۔ حضرت والد صاحب نے لکھا کہ اسباب تو اسٹیشن پھلوال پر بذریعہ ریلوے ارسال کر دو اور خود قادیان چلے جاؤ۔

اکتوبر ۱۹۱۲ء میں عاجز ہندوستانی لباس میں ملبوس دہلی کو خیرباد کہتا ہوا وارد قادیان ہو کر حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چنانچہ اس دن کی ڈائری اخبار بدر میں چھپ چکی ہے۔ جو کچھ سوال و جواب ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ طب پڑھنا چاہیں تو سال بھر میں آپ کو پڑھا دوں گا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے طب جسمانی سے کوئی مناسبت نہیں۔ باوجودیکہ ایک ہمہ کار طبیب کا بیٹا ہوں۔ مجھے طب روحانی سے اُنس ہے۔ حضور کے درس قرآن اور درس بخاری سے کچھ استفادہ حاصل کرونگا۔

کچھ دنوں وہاں ٹھیرا اور پھر یہاں آکر محکمہ تعلیم میں درخواست دی۔ چنانچہ میں پرائمری سکول پھلوال میں مقرر ہوا۔ مگر صبر کی کیفیت ناقابل دید تھی۔ کہاں شان مولویانہ اور کہاں یہ اجنبیت۔ لیکن طوعاً و کرہاً یہ تلخ جام پینا پڑا۔ یہاں تک کہ دور نوری ختم ہوا۔ اور فضل عمر کا دور شروع ہوا۔ ان دنوں مولوی محمد احسن صاحب کی ایک تحریر میری نظر سے گزری کہ "میں وہ شخص ہوں جس کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فرشتہ ہے دو فرشتوں میں سے۔ چونکہ میں نے حضرت فضل عمر کو خلیفہ تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے سب احمدی خلیفہ تسلیم کریں۔ اُسی دن میرے خیال میں گذرا کہ مولوی صاحب چند روز اس جماعت میں رہیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ الگ ہوئے اور لاہوری جماعت میں شامل ہوئے اور میں ۱۹۱۶ء کے آغاز میں چھ ماہ کی رخصت لے کر حضرت کے حضور حاضر ہو۔ میری غرض بجز اسکے اور کچھ نہ تھی کہ میں کچھ روحانیت حاصل کروں اور قرآن مجید کھول۔ بہت لوگ مجھے کہا کرتے کہ آپ

یوں کریں اور یہ کریں۔ فلاں صاحب کا لیکچر سنیں۔ کتابیں پڑھیں۔ میں یہی کہتا کہ میں صرف حضرت خلیفۃ عمر کی صحبت سے مستفید ہونے آیا ہوں۔ چنانچہ حضرت کی مجالس کے سوا اور باقی وقت بمشکل کسی صحابی مثلاً سید فضل شاہ صاحب مرحوم۔ حافظ احمد اللہ صاحب مرحوم۔ میر مہدی حسن صاحب۔ سید ناصر شاہ صاحب منشی اروڑے خان صاحب کے پاس گذارتا۔ تلاوت قرآن مسجد میں کیا کرتا۔ اسی اثناء میں عاجز نے سیرۃ الابدال کا ترجمہ حضرت فضل عمر کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت نے ایک بار کتابوں کی انڈکس تیار کرائی۔ جس میں عاجز کو حقیقۃ المہدی۔ خطبہ الہامیہ، سیرۃ الابدال کی انڈکس تیار کرنے کے لئے فرمایا اور بہت لوگ اور بھی نامزد ہوئے۔ اس عاجز نے ہر سہ کتب کی انڈکس تیار کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کر دی۔

ایک بار اس عاجز کو گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ میں بطور مدرس احمدیہ مدرسہ بھیجا۔ اور اثناء سے رہائش قادیان مختلف صاحبان کو بغرض ترجمہ قرآن مجید اس عاجز سے پڑھنے کے لئے حضرت نے بھیجا۔ اور زندگی وقف کرنے والوں میں عاجز کا نام سب سے اول لیا گیا۔ جس میں محمود احمد صاحب عرفانی بھی ہیں۔ اور باقی مجاہد بعد میں نامزد ہوئے

اسوقت یہ عاجز اپنے گاؤں میں ہی سکول ماسٹر ہے اور ۴۲-۱-۵۰ کے گریڈ میں ہے ایک مکان دارالعلوم قادیان میں تعمیر کرایا ہے ہر وقت یہی تڑپ ہے کہ اب ایسا موقعہ حاصل ہو کہ قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اور حضرت کا فارسی عربی کلام لوگوں کو پڑھاؤں اور اپنی اہل و عیال کی تربیت کا ذریعہ معاش یہی ہو۔ لیکن

کل امر مرھون باوقاتھا

تاحال میں اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکا۔
فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

عاجز
رفیع الدین احمد منشی فاضل مولوی
طبیب حاذق ڈھوراکجہ براہ کھیوال
پنجاب

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کیلئے اُسکے کلام و حالات کو پڑھو

> **فرمایا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے** " یہ کتاب ہر احمدی کے پاس ہونی چاہیئے۔ اور کون احمدی ہے جو اس کی خواہش نہ رکھتا ہو" " اگر شیخ صاحب کی زندگی میں یہ کام نہ ہوا تو پھر دس کروڑ روپیہ صرف کر کے بھی اسکو پورا نہ کر سکیں گے" آپنے جماعت کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:۔ " وہ اس سٹاک کو جو موجود ہے خرید لیں۔ تاکہ کام برابر جاری رہ سکے"

یاد حبیب کو تازہ رکھنے کے لئے کونوا مع الصادقین کے ارشاد پر عمل کر کے اس کے روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات زندگی پڑھو۔ ان کے حالات زندگی سے معلوم ہوگا کہ آپ کس خاندان میں پیدا ہوئے اور آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کن حالات میں ہوئی۔ آپکے مشاغل زندگی کیا تھے۔ آپ کی سوانحعمری کے دو حصے اس قسم کے مضامین پر مشتمل شائع ہو چکے ہیں اور حیات النبی کے نام سے موسوم ہیں۔ قیمت ہر دو جلد دو روپے آٹھ آنے (عہ/ ۲)

حیات احمد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات کو خاکسار شائع کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں حضور کی چوبیس سالہ زندگی کے دوسرے دور یعنی ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۹ء تک کے حالات شائع ہو رہے ہیں۔ جس کا پہلا نمبر گذشتہ سال شائع ہوا تھا اب دوسرا نمبر جس میں ۱۸۸۳ء تک کے حالات ہیں شائع ہو گیا ہے۔ حسب معمول اس کی قیمت بھی ایک روپیہ ہے۔ اگر احباب چاہتے ہیں کہ جلد یہ تالیف مکمل ہو تو کم از کم پانچسو ایسے خریدار تیار ہو جاویں جو چھپنے پر فوراً خرید لیا کریں۔

سیرۃ مسیح موعود

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و اخلاق سوانح زندگی کے ساتھ جو چیز خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ذریعہ حیرت انگیز تبدیلی انسانی قلوب میں کرتی ہے۔ وہ ان کے اخلاقی معجزات ہوتے ہیں۔ اسلئے کہ وہ دنیا کے لئے نمونہ ہو کر آتے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ اور آپکے کیریکٹر کی اعلیٰ شان حاصل کریں تو سیرۃ مسیح موعود کا مطالعہ ضروری ہے۔ جس میں حضرت کے شمائل و عادات و معمولات آپکے اخلاق فاضلہ کا بیان واقعات کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

یہ کتاب دوستوں کو ارمغان دینے کے قابل ہے اور سعادت مند اور شریف الطبع جماعت کے افراد میں تبلیغ کا خدا چاہے تو بہترین ذریعہ ہو سکتی ہے۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ عہ مکمل سٹ کی قیمت دفتر سے دریافت فرمایئے۔

مکتوبات احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو مکتوبات اپنی زندگی میں مختلف مذاہب کے لیڈروں اور مبلغین کو لکھے اور اپنے مخالفین اور دوستوں کو وقتاً فوقتاً تحریر فرمائے وہ اسوقت تک چھ جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور چار جلدیں اس سلسلہ کی اور باقی ہیں اور یہ خطوط جو دوستوں کو لکھے ہیں اپنے اندر ایک زندگی، روح اور قوت رکھتے ہیں۔ نہایت بیش قیمت مضامین پر مشتمل ہیں۔ تصوف کی حقیقت اور قرب الٰہی کے حصول کے سادہ اور آسان طریق غرض عجیب عجیب مضامین پر بحث ہے۔ خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور دعاؤں کی قبولیت کے راز اور دعاؤں کے اثر و قوت اعجاز کا ایک لطیف بیان ان میں ملے گا۔

اور جو خطوط مخالفین اسلام کو لکھے ہیں ان میں صداقت کے زبردست دلائل قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی قوت جلالی و جمالی شان کا اظہار پر شوکت الفاظ میں کیا گیا ہے۔ غرض یہ مجموعہ قابل دید ہے۔ ہر جلد کی قیمت صرف عہ

مشاہدات عرفانی

(ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ)

یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ مسلمانوں کو قومی زندگی اور ملی روح کے نشو و نما کے لئے اس سفرنامہ کا پڑھنا نہایت ضروری ہے۔

قیمت جلد اول دو روپے۔ لیکن پہلے تین خریداروں سے صرف عہ ہی لئے جاویں گے احباب جلد آرڈر دیکر فائدہ حاصل کریں۔

الحکم بکڈپو قادیان دارالامان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد صاحب عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل الحکم روڈ قادیان سے شائع ہوا)